ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

رضا علی عابدی کا سفر نامہ، جرنیلی سڑک، ایک مطالعہ

A STUDY OF RAZA ALI ABIDIES TRAVELOGUE "JARNAILI SARRAK"

* محمد احمد اعوان

پی-ایچ-ڈی اسکالر شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف سندھ، جامشورو

ABSTRACT

Raza Ali Abidi's is a famous columnist, fiction writer, broadcaster & Urdu Travelogue. He writes the columns in "Daily Jang" with the title "Dusra Rukh". He has written many articles on different subjects for the leading newspaper of Pakistan. During his long writing career, he wrote many articles and got appreciation from the readers. His columns are assists for everyone. In this article, we will observe some specific aspects of his columns.

***Key words**: Versatile, Personality, Broad Caster, Urdu Literature, Columnist, BBC Urdu,*

سفر نامے حالات واقعات اور مشاہدات و تجربات کا مجموعہ ہی نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ ان سے انسانیت کو زندگی کے نئے راستے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک سیاح دوران سفر جن ممالک سے گزرتا اور ان ممالک میں جن جن چیزوں کو دیکھتا ہے۔ اور ان سے متاثر ہوتا ہے، انہیں وہ اپنے سفر نامے کی شکل میں مرتب کرتا ہے۔ سفر نامے سوانحی، جغرافیائی اور سماجی معلومات کا ایک بہترین ذریعہ ہیں۔ ترقی یافتہ قوموں کے بڑے بڑے ادیبوں اور فلسفیوں کے سفر نامے اور سوانح عمریوں کی روشنی میں گذشتہ اور آئندہ منزلوں پر ملک اور آنے والی نسلوں کو سدھارنے کیلئے نہ صرف مدد ملتی ہے۔ بلکہ یہی سفر نامے مستقبل کے ادیبوں اور سیاحوں کیلئے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔ سفر ناموں سے متعلق فرہنگ آصفیہ کے مؤلف سید احمد دہلوی نے اس کے مطالب بیان کرتے ہوئے اسے

"سیاست نامہ، کیفیت نامہ، روزنامچہ اور حالات و سرگذشت سفر قرار دیا ہے"(1)

بعض دفعہ شہر خود بھی کردار بن جاتا ہے اور نہ وہ صرف سیاح کے دل سے اجنبیت کا احساس زائل کر دیتا ہے، بلکہ سیاح کے ساتھ ایک ہم خیال دوست کے مانند باتیں بھی کرنے لگتا ہے، بعض اوقات تو سفر ناموں میں یہ صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ شہر اور سیاح دو الگ الگ کردار نظر نہیں آتے بلکہ ان میں اٹوٹ رشتہ بھی قائم ہو جاتا ہے۔ جو تخلیق اور تخلیق کار کے درمیان ہوتا ہے۔ سفر نامے میں اگر یہ کیفیات شامل ہو جاتی ہیں۔ تو سفر نامہ محض واقعات اور مناظر کا بیانیہ نہیں رہتا بلکہ سیاح کی ذہنی اور روحانی واردات بھی بن جاتا ہے۔ جدید سفر نامہ نگاروں نے بالعموم ذات اور ماحول کی دوری ختم کرنے کی کوششیں کی ہے۔ انہوں نے مناظر کی ان جزئیات کو سمیٹا ہے۔ جن پر مسافر کی نظر نہیں پڑتی۔ لیکن سیاح کی نظر برابر پڑتی ہے۔ تو وہ اس منظر کی روح کو اپنے بدن میں اتارے بغیر آگے نہیں بڑھتا۔ زیر نظر سفر نامہ "جرنیلی سڑک" جو کہ معروف ادیب رضا علی عابدی کا تحریر کردہ ہے۔ یہ مذکورہ بالا تمام خصوصیات سے ہمیں متصف نظر آتا ہے۔ رضا علی عابدی نے 1985ء میں بی بی سی کے ایک پروگرام کیلئے سفر کیا اس کا نام جرنیلی سڑک تھا۔ پروگرام نشر ہونے کے بعد اسے کتابی شکل دی گئی۔ یہ سفر ان کی پاکستان اور بھارت کی یاترا پر مشتمل ہے۔ پشاور سے کلکتہ تک پندرہ سو میل طویل سڑک چار سو سال پہلے ہندوستان کے افغان بادشاہ نے بنوائی تھی۔ پھر اس کو حتمی شکل انگریزوں نے دی، اسی شکل میں یہ آج بھی موجود ہے۔ جرنیلی سڑک صحیح معنوں میں ایک ایسا سفر نامہ ہے۔ جس میں چھوٹے بڑے شہروں کا تذکرہ ہے۔ اس سفر نامے کو پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک مسافر بس میں سوار ہیں، اور جس طرح بس ایک کے بعد ایک ایک شہر کو عبور کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھتی ہے، اسی طرح یہ ہمیں ایک شہر سے گزار کر دوسرے شہر لے جاتے ہیں۔ اس کیفیت سفر نامہ کا اپنا ایک لطف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپکا دل چاہے گا کہ آپ بغیر وقفہ لیے پوری کتاب پڑھ ڈالیں، کیونکہ سفر میں تسلسل ہی سب کے دل کو بھاتا ہے اور یہ سفر نامہ آپکو گھر بیٹھے ہی پشاور سے کلکتے تک کرواتا ہے اور جن لوگوں نے اس سڑک پر سفر کر رکھا ہے، ان کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ البتہ رضا علی عابدی اس سفر نامے کے متعلق دیباچے میں رقمطراز ہیں۔

"یہ سفر نامہ دیکھنے میں سفر نامہ ہے۔ مگر یہ سفر نامہ نہیں۔ کبھی کبھی اس پر تاریخ کی داستان کا گماں ہو گا۔ یہ تاریخ کی داستان بھی نہیں۔ یہ سفر نامہ حالیہ دہائیوں میں آنے والے غیر معمولی سماجی تفسیر کا مشاہدہ ہے۔ معاشرے کو کن عوامل نے یک وقت بدل ڈالا۔ یہ ان عوامل کا تجزیہ ہیں"۔(2)

اس سڑک کی چھان بین میں رضا علی عابدی نے ایک مہینے تک مسلسل سفر کیا۔ 34 سرخیوں کے ذریعے جن شہروں کی ثقافت اور تاریخ کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں پشاور، نوشہرہ، خیر آباد، اٹک، حسن ابدال، ٹیکسلا، راولپنڈی، گوجر خان، رہتاس جہلم، گجرات، وزیر آباد، گوجرانوالہ، علی پور چھٹہ، لاہور، انبالہ، پانی پت، دلی، آگرہ، فتح پور سیکری، کانپور، آلہ پور، بنارس، سہرام، اور کلکتہ شامل ہیں۔ رضا علی عابدی نے بہت دلچسپ انداز میں اس سفر نامے کو تصنیف کیا ہے۔ ان کی یہ تحریر طنز و مزاح، اداسی اور خوشیوں کے مختلف رنگوں سے مزین ہے۔ وہ کسی بھی علاقے معاشرے کی ثقافت، تاریخ کو کسی نہ کسی طریقے سے قارئین کیلئے چننے کیلئے ہمیشہ اپنی تحاریر میں بے تاب نظر آتے ہیں۔

جیسے کہ وہ لکھتے ہیں۔

"ہندوستان میں جو چیزیں پیدا ہوتی تھیں۔ یا جو صنعتیں وہاں قائم تھیں۔ ان کا مال خشکی کے راستے جایا کرتا تھا۔ قدیم زمانے میں اشوک نے ایک سڑک بنائی تھی۔ اُس کے بعد کشالوں نے سڑک بنائی تھی۔ اور ہندوستان کا سب سے زیادہ مال اُس خشکی کے راستے مغرب کی طرف جایا کرتا تھا۔ اسی کو فروغ دینے کیلئے شیر شاہ نے سڑک بنائی"۔(3)

اس سفر نامے کو لکھتے وقت رضا علی عابدی نے انٹرویو اور تبصرے کے امتزاج سے اس سڑک کے کنارے آباد شہروں کا احوال اور ان میں رہنے والے لوگوں سے گفتگو کی ہے۔ شہروں کے احوال میں ان کے ماضی میں دیکھنے کی کوششیں کارفرما ہے۔ شہروں کے احوال اور لوگوں کی گفتگو سے چھوٹے چھوٹے تہذیبی امیجز ابھرتے جاتے ہیں اور تصویروں کی صورت میں آپ انہیں دیکھے جاتے ہیں۔

جیسا کہ معروف ادیب انتظار حسین تحریر کرتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

"مجھے اُن کا سفر نامہ "جرنیلی سڑک، پہلی بار پڑھنا آج تک یاد ہے۔ میں لندن میں تھا اور مانچیسٹر کی بس میں سوار تھا۔ اسی وقت میں نے یہ کتاب خریدی۔ جی تو چاہتا تھا کہ سفر کے دوران راستے کے سارے منظر دیکھوں۔ مگر یہ کتاب عجیب کام کر گئی۔ اس کے ورق کھولتے ہی میں برصغیر کے شہروں میں کھو گیا۔ ایک بار تو جی چاہا کہ میں مانچسٹر نہیں بلکہ سیرام جاؤں اور اپنی عقیدت کا خراج شیر شاہ سوری کی نظر کروں"۔(4)

اسی طرح انتظار صاحب نے ان کی دیگر کتابوں کے بارے میں انگریزی کے اخبار ڈان میں بارہا اپنے تاثرات کو بیان کیا۔ اور رضا علی عابدی کی متعدد کتابوں پر لکھا، جس سے رضا علی عابدی کی تحقیقات کی ادبی قدو قامت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

"جرنیلی سڑک" کے سفر کی اس داستان میں قاری کو بہت سی باتوں کا پتا چلتا ہے، پہلی بات تو یہی کہ برصغیر کی تقسیم کے بعد پاکستان اور ہندوستان صرف دو الگ سیاسی اکائیاں ہی نہیں بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اب وہ الگ الگ تہذیبی شخصیتیں بن چکی ہیں۔ جنہیں آپ ان کے الگ الگ تہذیبی خطوط سے پہچان سکتے ہیں۔

پاکستان میں جرنیلی سڑک پر سفر کرنے کے بعد پتا چلتا ہے کہ ہماری خوشحالی تو تقسیم کے بعد ہم نے حاصل کر لی مگر تہذیبی اعتبار سے ہماری زندگی پہلے کی نسبت زیادہ بے رنگ، کھوکھلی، منافقانہ اور محدود ہو گئی ہے۔ ہمارے دعوؤں کے باوجود کہ ہم تاریخ کے وارث ہیں۔ ہماری نجی زندگی تاریخی شعور سے عاری ہوتی جارہی ہے۔ یہ داستان ایک سڑک کی داستان نہیں، یہ ہماری تہذیبی عروج و زوال کا سفر ہے۔ جیسا کہ عابدی لکھتے ہیں۔

"ہم سنتے آئے ہیں کہ بستیوں کے مقدر دریاؤں سے جڑے ہوئے ہیں۔ دریا اپنا کنارہ چھوڑ کر دور چلے جائیں تو آبادیاں ویرانوں میں بدل جایا کرتی ہیں۔ مگر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عظمتوں کی نشانیوں کے مقدر سڑکوں سے بھی وابستہ ہوتے ہیں۔ سڑکیں اپنی راہ بدل جائیں تو یہ نشانیاں راہ میں ماری جاتی ہیں"۔(5)

رضا علی عابدی اس دور کا سیاح ہے۔ جس کا سفر ایک منصوبہ بندی کے تحت اختیار کیا گیا۔ یہ منصوبہ بندی بی بی سی نے کی اور اس کو عملی شکل دینے کا چیلنج عابدی نے قبول کیا۔ قدیمی عہد کے سیاحوں کے برعکس عابدی کے پاس اس سفر میں آنے والے کرداروں کی گفتگو کو محفوظ کرنے کیلئے ٹیپ ریکارڈ بھی تھا۔ سفر کے نقشے بھی تھے۔ شیر شاہ سوری نے وسائل کی کمی کے زمانے میں یہ سڑک بنا کے ایک بڑا تہذیبی کارنامہ سرانجام دیا۔ کہ اس سڑک کے وجود میں آنے سے اس برصغیر میں بسنے والی اقوام نے صرف ایک دوسرے کے قریب آ گئیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی ثقافت سے بھی روشناس ہوئیں۔ علاوہ ازیں تاجر حضرات کو اس سے بہت سارے فوائد سمیٹنے میں مدد ملی جیسے کہ عابدی لکھتے ہیں۔

"سرائے دو کام آتی تھیں ایک تو ٹھہرنے کے، اور دوسرے کاروبار اور لین دین کے، اس وقت کی سرائے میں بڑے بڑے سودے طے ہوتے تھے اور بھاری لین دین ہوتا تھا۔ اسی لیے شیر شاہ نے یہ سڑک بنوائی تاکہ بنگال میں سُنار گاؤں سے لے کر جو کہ مشرق میں اس کا صدر مقام تھا۔ دریائے نیلاب تک، جو اس کے ملک کی آخری حد تھی۔ آسانی سے آیا جایا کریں۔ عام لوگ بھی، تاجر بھی"۔(6)

یہ بات صرف یہاں تک محدود نہیں بلکہ اس شاہراہ کی تعمیر سے پورے برصغیر کی زندگی میں ایک انقلاب آ گیا۔ جس نے یہاں کے بسنے والوں کی معاشرتی، اقتصادی، اور تہذیبی زندگی کے خطوط بدل کے رکھ دیئے۔ بی بی سی کی انتظامیہ نے جرنیلی سڑک کی داستان کا جب منصوبہ بنایا ہو گا تو ان کی نظر انتخاب جرنیلی سڑک پر اس لیے پڑی ہو گی کہ اس شاہراہ پر انہوں نے تہذیبوں کو بستے سنوارتے اور پھر اجڑتے دیکھا۔ لہٰذا ان بستیوں کا سب سے بڑا حوالہ یہی شاہراہ ہی بنتا ہے۔ جیسا کہ رضا علی عابدی لکھتے ہیں۔

"کبھی کبھی اس پر تاریخ کی داستانوں کا گمان ہوتا ہے۔ یہ تاریخ کی داستان نہیں یہ سفر نامہ حالیہ دہائیوں میں آنے والے غیر معمولی سماجی تغیر کا مشاہدہ ہے"۔(7)

رضا علی عابدی نے بہت دلچسپ انداز میں اس سفر نامے کو تصنیف کیا ہے۔ ان کی یہ تحریر طنز و مزاح، اداسی اور خوشیوں کے مختلف رنگوں سے مزین ہے۔ ایک ایک جملے سے اندازہ ہو جائے گا کہ کس قدر لطیف طنز کا استعمال کرتے ہیں۔ پشاور میں سڑک کے کنارے نصب یادگار کتبے کو دیکھ کر، جس پر کسی گمنام وزیر کا نام کندہ تھا، لکھتے ہیں۔

"وزیر اور سڑک بھی کیا چیز ہیں۔ دونوں آنی جانی ہیں"۔(8)

رضا علی عابدی نے جرنیلی سڑک لکھ کر شیر شاہ سوری کے زمانے کی تاریخ کو ایک نیا پہلو دیا ہے۔ جب یہ شاہراہ بن رہی تھی تو لوگ کیا تھے اور شہر، گاؤں، قصبوں کا کیا حال تھا اب اتنے برس گزر جانے کے بعد یہ سڑک کیسے لوگوں سے آباد ہے۔ اس سڑک کی تاریخ میں برصغیر کی تاریخ پوشیدہ ہے۔

برصغیر کی ہتھیلی پر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کھینچی ہوئی یہ لکیر تاریخ کے دست شناسوں نے بار بار دیکھی ہے، غور سے دیکھی ہے۔ اور اس میں مستقبل سے زیادہ ماضی کے ایسے ایسے منظر دیکھے ہیں کہ آنکھ کبھی سراپا حیرت بنی اور کبھی دیر تک خون رویا کی۔ کیسے کیسے مسافر، قافلے، کاروان اور لشکر اسی راستے سے آئے اور یا تو خود اس کے رنگ میں رنگ گئے یا اس کا رنگ و روپ بدل ڈالا، کچھ خالی ہاتھ آئے اور آ کر مالا مال ہوئے"۔(9)

علاوہ ازیں معروف ادیب، تاریخ دان اور نقاد ڈاکٹر جمیل جالبی نے آپکے سفر نامے "جرنیلی سڑک" کو تپتی دوپہر میں پوری تہذیب کیلئے شجر سایہ دار قرار دیا ہے وہ مزید لکھتے ہیں۔

"اس سفر نامے کی ایک خوبی یہ ہے کہ ماضی اور حال بیک وقت آپکے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور تبدیلی کا عمل بھی آپکو شدت سے محسوس ہوتا ہے۔ منظر کیسے بدلتے ہیں۔ انسان کیسے بدل رہے ہیں۔ ان کے سوچنے کے انداز کیسے بدل رہے ہیں۔ وہ پہلے کیا تھے اب کیا ہو گئے ہیں۔ اس سفر نامے میں یہ تبدیلیاں جا بجا نظر آتی ہیں۔(10)

رضا علی عابدی ایک صحافی ہونے کیساتھ ساتھ بلند پایہ ادیب بھی ہیں۔ دنیا کے نامور ادارے بی بی سی سے بطور براڈ کاسٹر منسلک ہونے کی وجہ سے دیگر ان کی شناختیں چھپنے کے باوجود بھی واضح ہیں۔ ان کو بیک وقت اپنی آواز کو سامعین کے کانوں میں انڈیلنے کا بھی فن آتا ہے۔ تو دوسری طرف وہ اپنے الفاظ کو لوح پر بھی نقش و نگار بنا کر پھیلانے کے فن بھی طاق ہیں۔ مزید براں کسی بھی تاریخی نوعیت کی چیزوں کو بغور دیکھنے کے عادی ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

"گوجرانوالہ تاریخی شہر نہیں۔ کچھ عرصہ پہلے اس کا وجود تک نہ تھا۔ دور کی کتابوں میں اس کا نام بھی نہیں ملتا شیر شاہی سڑک بھی یہاں سے نہیں گزرتی تھی۔ اکبر کے عہد میں یہاں امین آباد اور حافظ آباد بسائے گئے۔ امرتسر کے سانسی جاٹوں نے گوجروں کے ایک قبیلے کو اپنے شہر سے نکالا ان کے قافلے چناب کی طرف چلے گئے۔ لیکن راہ کے ایک گاؤں میں آکر انہوں نے ڈیرا اڈالا دیا۔ نکالے ہوئے گوجروں کو یہی ڈیرا گوجرانوالہ کہلایا"۔(11)

رضا علی عابدی نے جس طرح ہمیں ہندو پاک کی سیر کرائی ہے۔ بڑے بڑے شہروں کا جغرافیہ بیان کیا ہے۔ ماضی کی گرد میں لپٹے ہوئے اوراق کو کھولا ہے۔ اور پھر بڑی شگفتہ بیانی سے مزے لے کر ہمیں ساڑے چار سو سال پر محیط سیاست، سماج، تہذیب و تمدن، روحانیات، رومان، موسیقی، ادب اور شعر و شاعری کی جھلکیاں دکھائی ہیں۔ وہ ایک کارنامہ ہونے کیساتھ ساتھ یہ تمام کاوشیں قابل ستائیش بھی ہیں۔

وقت کے دھارے میں جہاں قدیم فضول رسم و رواج بہہ گئے وہیں وہ چاہتیں، محبتیں جو کہ سادہ فطرت لوگ کا خاصہ تھیں، اُنہیں کے کیساتھ رخصت ہوئیں۔ اب مصنوعی اشیاء کو فطرتی اشیاء میں ڈھال کر پیش کیا جاتا ہے جو کہ نہ اچھی صحت کی ضامن ہیں اور نہ ہی مضبوط معاشرتی دائرے کی عکاس، جیسا کہ عابدی صاحب لکھتے ہیں۔

"پیسہ آگیا ہے، باڑہ آنے والا ہے، باڑے والے اپنے ساتھ صرف اسمگل شدہ کپڑا ہی نہیں، بلکہ ہیروئین اور کلاشنکوف بھی لائیں گے۔ نوجوان چھپ چھپ کر منشیات کے انجکشن لگائیں گے، خودکار رائفلیں کرائے پر ملیں گی۔ یہ میرا سہی مگر بڑا بھیانک ہے"۔(12)

مختصر طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سفر نامہ نگار نے تمام مقامات و مناظر کو ایک حقیقی سیاح کی نظر سے دیکھا ہے۔ ان مقامات کے متعلق بھرپور جانکاری فراہم کی ہے۔ یہ سفر نامہ تاریخی، سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی اور تعلیمی ہر طرح کے موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ مصنف نے سڑک کے اختتام پر پہنچ کر یہی محسوس کیا کہ ہم مادہ پرستی کی راہ اپنا کر اپنے تہذیبی سرمائے سے بالکل بے نیاز اور وقت گزرنے کیساتھ ہم زندگی کی ان خوشیوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ جو بقا کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ ان تمام فنی خوبیوں کی بناء پر یہ کہتے ہوئے کوئی باک نہیں کہ اس سفر نامے کو جدید اُردو سفر ناموں میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

حوالہ جات

1) فرہنگ آصفیہ، دہلوی، سید احمد، ص48 ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی
2) جرنیلی سڑک، عابدی رضا علی، ص9، سنگ میل پبلیشرز، لاہور
3) حکمرانوں کی حکمت، جرنیلی سڑک، عابدی رضا علی، ص16، سنگ میل، لاہور
4) قلم سے آواز تک، خرم سہیل، ص325، سنگ میل پبلیشرز، لاہور
5) ریڈیو کے دن، عابدی رضا علی، ص184، سنگ میل، لاہور
6) عابدی رضا علی، جرنیلی سڑک، ص17، سنگ میل لاہور
7) سڑک کے راستے انقلاب، شیر دریا، عابدی رضا علی، ص66 سنگ میل، لاہور
8) جرنیلی سڑک، رضا علی عابدی، ص78، سنگ میل، لاہور
9) ایضاً۔۔۔۔۔۔ص7۔۔۔۔۔۔
10) (جمیل جالبی) قلم سے آواز تک، خرم سہیل، ص326، سنگ میل پبلیشرز، لاہور
11) جرنیلی سڑک، عابدی رضا علی، ص9، سنگ میل پبلیشرز، لاہور
12) ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص116، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔